وہ کامل نور بصیرت جس سے قرآن کی ہر ہدایت کو دیکھنے کی صلاحیت پیدا ہوتی ہے وہ حضرت محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو نصیب ہوا تھا۔

(خطبہ جمعہ فرمودہ 15 / دسمبر 1995ء بمقام بیت الفضل لندن)

تشہد وتعوذ اور سورۃ فاتحہ کے بعد حضور انور نے درج ذیل آیات کریمہ تلاوت کیں۔

يَاَيُّهَا النَّاسُ قَدْ جَاءَكُمْ بُرْهَانٌ مِّنْ رَّبِّكُمْ وَاَنْزَلْنَآ اِلَيْكُمْ نُوْرًا مُّبِيْنًا ﴿۱۷۵﴾ فَاَمَّا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا بِاللّٰهِ وَاعْتَصَمُوْا بِهٖ فَسَيُدْخِلُهُمْ فِيْ رَحْمَةٍ مِّنْهُ وَفَضْلٍ ۙ وَّيَهْدِيْهِمْ اِلَيْهِ صِرَاطًا مُّسْتَقِيْمًا ﴿۱۷۶﴾

(النساء: 175، 176)

پھر فرمایا:۔

یہ آیات جو میں نے تلاوت کی ہیں ان کے ترجمے اور ان کی تشریح سے پہلے میں یہ اعلان کرنا چاہتا ہوں کہ جماعت احمدیہ نیوزی لینڈ کا ساتواں جلسہ سالانہ اتوار 17 / دسمبر کو منعقد ہو رہا ہے اور صدر صاحب نے سب دنیا کی جماعتوں کو السلام علیکم بھی پہنچایا ہے اور اس موقع پر ان کو دعا میں یاد رکھنے کی درخواست کی ہے۔

ان آیات کا جو میں نے تلاوت کی ہیں ترجمہ یہ ہے يَاَيُّهَا النَّاسُ قَدْ جَاءَكُمْ بُرْهَانٌ مِّنْ رَّبِّكُمْ اے لوگو تمہارے پاس یقیناً خدا کی طرف سے کھلی کھلی دلیل آچکی ہے۔ وَاَنْزَلْنَآ اِلَيْكُمْ نُوْرًا مُّبِيْنًا اور ہم نے تمہاری طرف ایک کھلا کھلا نور اتارا ہے فَاَمَّا الَّذِيْنَ

اٰمَنُوْا بِاللّٰهِ وَاعْتَصَمُوْا بِهٖ پس وہ لوگ جو اللہ پر ایمان لائیں اور مضبوطی سے اسے پکڑیں فَسَيُدْخِلُهُمْ فِيْ رَحْمَةٍ مِّنْهُ پس ضرور اللہ تعالیٰ انہیں اپنی رحمت میں داخل فرمائے گا وَفَضْلٍ اور فضل میں وَّيَهْدِيْهِمْ اِلَيْهِ صِرَاطًا مُّسْتَقِيْمًا اور انہیں اپنی طرف سیدھی راہ پر ڈال دے گا جو خدا ہی کی طرف جاتی ہے تو صِرَاطًا مُّسْتَقِيْمًا سے پہلے کے بعض شرائط کا ذکر ہے کہ یہ شرطیں پوری ہوں، یہ مقاصد حاصل ہوں تو مقصد اول اور سب سے اعلیٰ مقصد یہی ہے کہ تم اس رستے پر پڑ جاؤ جو سیدھا خدا کی طرف جاتا ہے۔

یہاں حضرت اقدس مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام نے جو ترجمہ پیش فرمایا ہے اس میں آنحضرت ﷺ کو بھی اللہ کا نور قرار دیا ہے اور قرآن کریم کو بھی اللہ کا نور قرار دیا ہے اور یہی انداز قرآن کریم کا دوسری بہت سی جگہوں پر ہے جسے اچھی طرح سمجھنا چاہئے۔ بارہا جہاں میں نے عام ترجموں سے میں نے اختلاف کیا ہے وہاں یہی وجہ ہے کیونکہ میرے نزدیک جب ضمیر کھلی چھوڑ دی گئی ہو، یعنی انگلی اٹھ رہی ہو ایک آیت کی اور جس طرف اٹھتی ہے وہاں قرآن بھی موجود دکھائی دیتا ہے۔ محمد رسول اللہ ﷺ بھی دکھائی دیتے ہیں تو یہ کہنا کہ یہ قرآن کی طرف ہے محمد رسول اللہ ﷺ کی طرف نہیں ہے یا محمد رسول اللہ ﷺ کی طرف ہے قرآن کی طرف نہیں ہے، یہ درست نہیں ہے۔ لازماً دونوں کی طرف ہی انگلی اٹھی ہے اور دونوں اس اشارے میں شامل ہیں اور آیات کا مضمون جو بعد میں کھلتا ہے اس بات کا قطعی ثبوت مہیا کرتا ہے کہ قرآن کریم اور محمد رسول اللہ ﷺ میں بسا اوقات قرآن کریم بھی کوئی فرق نہیں کرتا اور ایک ہی اشارے میں دونوں کو شامل فرما لیتا ہے۔ پس یہ آیت انہی آیات میں سے ایک ہے۔

حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کرامات الصادقین صفحہ 14 پر لکھتے ہیں۔ اس کا ترجمہ یوں ہے ''پھر ہم بقیہ آیات کریمہ کا ترجمہ کر کے لکھتے ہیں'' آپ یہ فرما رہے ہیں اس آیت کی طرف آتے ہوئے کہ **اللہ تعالیٰ فرماتا ہے کہ یہ قرآن اور رسول ﷺ ایک نور ہے۔**

اب دیکھیں بظاہر اردو میں غلطی دکھائی دے رہی ہے قرآن اور رسول ﷺ ایک نور ہیں چاہئے تھا مگر فرما رہے ہیں **یہ قرآن اور رسول ایک نور ہے** مراد یہ ہے دونوں میں کوئی فرق نہیں کیا جا سکتا، ناممکن ہے کہ نورِ قرآن میں کوئی ایسا پہلو ہو جو محمد رسول اللہ ﷺ کی ذات میں جھلکتا ہوا نہ

دکھائی دے۔ پس ایک ہی چیز کے مختلف پہلوؤں سے مختلف نام ہیں۔ اس نور کا ایک نام قرآن ہے اور ایک نام محمد رسول اللہ ﷺ ہے۔ پس آپ نے ''ہے'' کہہ کے دونوں کو ایک بنا دیا جیسا کہ قرآن کریم نے ایک اشارہ میں دونوں کو ایک ہی بنا کے دکھایا تھا۔ فرمایا نور ہے جو تمہاری طرف آیا۔

''یہ کتاب ہر یک حقیقت کو بیان کرنے والی ہے۔ خدا تعالیٰ کے ساتھ ان لوگوں کو سلامتی کی راہ دکھلاتا ہے جو خدا تعالیٰ کی مرضی کی پیروی کرتے ہیں اور وہ ان کو ظلمات سے نور کی طرف نکالتا ہے اور سیدھی راہ جو اس تک پہنچتی ہے ان کو دکھلاتا ہے۔ وہی خدا ہے جس نے اپنے رسولؐ کو اس ہدایت اور دین حق کے ساتھ بھیجا ہے تا اس دین کو تمام دینوں پر غالب کرے۔ اے لوگو! قرآن ایک برھان ہے جو خدا تعالیٰ کی طرف سے تم کو ملی ہے اور ایک کھلا کھلا نور ہے جو تمہاری طرف اتارا گیا ہے۔ آج تمہارے لئے دین کامل کیا گیا اور تم پر سب نعمتیں پوری کی گئیں۔۔۔''

یہاں بعد کی عبارت سے شبہ پڑتا ہے کہ واحد جو استعمال کیا گیا ہے اس میں محمد رسول اللہ ﷺ کو بطور نور شامل نہیں کیا گیا اور واحد کا اشارہ صرف بعد میں آنے والے ذکر یعنی قرآن پر محدود ہے۔ بعد کی عبارت سے یہ بھی شبہ پڑتا ہے لیکن اس کے برعکس واضح طور پر حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کا ایک حوالہ جو آج میں نے شامل کرنے کی ہدایت کی تھی اور مجھے یہاں دکھائی نہیں دیا جس میں اسی آیت یا اس سے ملتی جلتی آیت کے حوالے سے قرآن کو بھی اترنے والا نور قرار دیا ہے اور محمد رسول اللہ ﷺ کو بھی۔ بہر حال قطعی طور پر حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام نے آنحضرت ﷺ کو بھی اترنے والا نور قرار دیا ہے اور قرآن کو بھی اترنے والا نور قرار دیا ہے اور دونوں کے ذکر کو اس طرح اکٹھا کر دیا ہے کہ بظاہر ایک ذکر ملتا ہے مگر قرآنی آیات اس مضمون کو کھول دیتی ہیں کہ حضرت محمد رسول اللہ ﷺ کا ذکر انہی صفات کے ساتھ کیا گیا جو قرآن کریم کے ذکر میں ملتی ہیں۔ پس فرمایا:

''وہی خدا ہے جس نے اپنے رسول کو اس ہدایت اور دین حق کے ساتھ بھیجا ہے تا اس دین کو تمام دینوں پر غالب کرے۔ اے لوگو! قرآن ایک

برہان ہے جو خدا تعالیٰ کی طرف سے تم کو ملی ہے اور ایک کھلا کھلا نور ہے جو
تمہاری طرف اتارا گیا ہے۔آج تمھارے لئے دین کامل کیا گیا اور تم پر سب
نعمتیں پوری کی گئیں“

پھر فرمایا! خدا اس کے ساتھ ان لوگوں کو سلامتی کی راہ دکھلاتا ہے جو خدا
تعالیٰ کی مرضی کی پیروی کرتے ہیں اور وہ ان کو ظلمات سے نور کی طرف نکالتا ہے
اور سیدھی راہ جو اس تک پہنچتی ہے ان کو دکھلاتا ہے۔

اب یہی الفاظ بعینہٖ آنحضرتﷺ کے متعلق آتے ہیں کہ وہ ان کو ظلمات سے نور کی طرف نکالتا ہے۔ پھر دیگر تمام صفات جو قرآن کریم کی یہاں بیان ہوئی ہیں جو میں نے دوبارہ پڑھ کر سنائی ہیں، یہ تمام صفات آنحضرتﷺ کی بھی بیان ہوئی ہیں۔ اس لئے میرے نزدیک اس بات میں ایک ذرے کا بھی شک نہیں کہ قرآن جب بھی محمد رسول اللہﷺ اور کتاب اللہ کا ذکر کر کے دونوں کی طرف یا ایک ضمیر سے اشارہ کرتا ہے تو وہ ضمیر دونوں پر شامل ہوتی ہے۔

اس کی ایک اور دلیل ہمیں سورہ کہف کی پہلی آیت اور سورہ طٰہٰ کی ایک درمیانی آیت سے ملتی ہے۔ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے۔ اَلۡحَمۡدُ لِلّٰہِ الَّذِیۡۤ اَنۡزَلَ عَلٰی عَبۡدِہِ الۡکِتٰبَ وَلَمۡ یَجۡعَلۡ لَّہٗ عِوَجًا (کہف:2)

وہی اللہ ہے جس نے اپنے بندے پر یہ کامل کتاب اتاری۔ اب دو ذکر اکٹھے ہو گئے ایک بندہ اور ایک کتاب۔ اور آخر پر یہ فرمایا وَلَمۡ یَجۡعَلۡ لَّہٗ عِوَجًا۔ لھما نہیں فرمایا بلکہ لَّہٗ فرمایا کہ ان میں کوئی کجی نہیں رکھی۔ اس دھوکے میں پڑ کر کہ ھما نہیں ہے بلکہ واحد کا لفظ ہے۔ بہت سے مفسرین اور مترجمین نے اس کا ترجمہ کرتے وقت ضمیر کو ایک خاص طرف کر دیا۔ چنانچہ اکثر ترجموں میں آپ کو یہ ضمیر قرآن کی طرف دکھائی دے گی۔ ترجمہ کرنے والے اس کا مطلب سمجھتے ہیں کہ جب خدا نے کہا وَلَمۡ یَجۡعَلۡ لَّہٗ عِوَجًا اس میں کوئی کجی نہیں رکھی تو یا محمد رسول اللہﷺ مراد ہیں یا قرآن مراد ہے اور قرآن کے حق میں اکثر مفسرین نے ترجمہ کر دیا کہ کتاب کی صفات بیان ہو رہی ہیں کتاب ہی مراد ہے لیکن بعض مفسرین نے اس مضمون کو بھانپ لیا اور یہ وضاحت کی کہ اس ضمیر میں محمد رسول اللہﷺ بھی شامل ہیں اور قرآن کریم بھی شامل ہے۔

سورہ طٰہٰ کی جن آیات کی طرف میں نے اشارہ کیا ہے ان میں اللہ تعالیٰ واضح طور پر محمد رسول اللہ ﷺ کا ذکر کرتے ہوئے فرماتا ہے يَوْمَئِذٍ يَّتَّبِعُوْنَ الدَّاعِيَ لَا عِوَجَ لَهٗ (طٰہٰ:109) وہ جب بڑے بڑے انقلاب برپا ہوں گے، جب پہاڑ پیس دیے جائیں گے اور دنیا کو برابر کر دیا جائے گا اس دن وہ وہ بڑی بڑی طاقتوں والے لوگ، بڑے بڑے مغرور لوگ لازماً اس رسول کی پیروی کریں گے جس میں کوئی عوج نہیں ہے۔ لَمْ يَجْعَلْ لَّهٗ عِوَجًا اور لَا عِوَجَ لَهٗ دیکھ لیں ایک ہی مضمون کے دو بیان ہیں، قطعاً کوئی فرق نہیں ہے۔ پہلی آیت میں جو سورہ کہف سے لی گئی تھی اس میں یہ فرمایا تھا اَنْزَلَ عَلٰى عَبْدِهِ الْكِتٰبَ وَلَمْ يَجْعَلْ لَّهٗ عِوَجًا ہم نے کتاب اتاری اور اس میں کوئی عوج نہیں رکھا، اس میں کوئی ٹیڑھا پن نہیں ہے۔ سورہ طٰہٰ میں جو اس کے بعد آ رہی ہے اس میں یہ فرمایا یہ لوگ اس دن اس داعی کی پیروی کریں گے جس داعی میں کوئی عوج نہیں۔ تو ثابت ہوا کہ لَا عِوَجَ لَهٗ کا مضمون لازماً محمد رسول اللہ ﷺ کی طرف اشارہ کر رہا ہے اور ثابت ہو رہا ہے کہ آپؐ مراد ہیں۔ مگر کتاب کی طرف بھی اشارہ کر رہا ہے اس لئے کتاب کا ترجمہ کرنا بھی درست ہے۔ بعض دفعہ کتاب کی طرف زیادہ راجع دکھائی دیتا ہے اور دوسری طرف اشارۃً استنباط کرنا پڑتا ہے۔ بعض دفعہ آنحضرت ﷺ کی طرف واضح طور پر انگلی اٹھتی ہے اور قرآن اس اشارے میں شامل ہوتا ہے۔

پس کوئی تفریق نہیں ہے نورِ قرآن میں اور نورِ محمد رسول اللہ ﷺ ہیں۔ قرآن کی عملی زندہ تفسیر حضرت محمد رسول اللہ ﷺ تھے۔ قرآنی آیات کو سمجھنے کے لئے اگر آپ غور کریں تو آنحضرت ﷺ کی سیرت کا کوئی نہ کوئی پہلو آپ کا مددگار ہو جائے گا اور جہاں آپ کی تفسیر نورِ محمد رسول اللہ ﷺ سے ہٹتی ہوئی دکھائی دے گی وہیں وہ ظلمت میں داخل ہو جائے گی۔ اس کا نورِ محمدی سے کوئی تعلق نہیں ہے۔ میری ہرگز مراد یہ نہیں کہ خالصۃً حدیثوں سے اور حدیثوں کے حوالے سے تفسیر کی جائے۔ آنحضرت ﷺ کا وجود بلاشبہ ایک ایسا دمکتا ہوا نور ہے جس کا تصور بالکل واضح اور قطعی ہے۔ مثلاً کوئی ایسی حدیث ہو جس سے استنباط کرتے ہوئے نعوذ باللہ، رسول اللہ ﷺ کی طرف ایسی حرکت منسوب ہو جو محمد رسول اللہ ﷺ کی شان کے منافی ہے جو قرآن کے اس نور کے منافی جسے سب سے زیادہ شاندار نور کے طور پر قرآن کریم نے کھول کر بیان کیا ہے۔ ہر ایسے موقع پر وہ حدیث، حدیث نہیں

رہے گی۔ حدیث ہے تو غیروں کی حدیث ہے، محمد رسول اللہ ﷺ کی حدیث نہیں رہے گی۔

پس اس بارے میں کوئی بھی شک کی گنجائش نہیں جیسا کہ قرآن کے بارے میں کوئی شک کی گنجائش نہیں کہ محمد رسول اللہ ﷺ کی شخصیت ایک ایسے نور کے طور پر ہے جس میں کسی قسم کا کوئی شک نہیں لَا رَيْبَ ۛ فِيْهِ ۔اب لَا رَيْبَ ۛ فِيْهِ کو میں معناً محمد رسول اللہ ﷺ کی طرف بھی لگا رہا ہوں اور قرآن کی طرف بھی ۔ یہ نہیں کہ اس آیت میں معین طور پر ذکر ہے اور عملاً آپ دیکھیں کہ دونوں نوروں سے ہدایت پانے کے لئے شرط ایک ہی ہے اور وہ ہے متقی ہونا۔ لَا رَيْبَ ۛ فِيْهِ ۛ هُدًى لِّلْمُتَّقِيْنَ (البقرۃ:3)۔ محمد رسول اللہ ﷺ کے نور سے فیض پانا یا آپ کی سرشت کو، آپؐ کی فطرت کو، آپؐ کے اعلیٰ اخلاق کو، آپؐ کی سیرت کو سمجھنا لازماً ایک پاکیزگی کا تقاضا کرتا ہے۔ جہاں جہاں اس پاکیزگی میں فرق آئے گا وہاں ایک ہی مضمون آپ کو مختلف سمتوں میں اشارہ کرتا ہوا دکھائی دے گا۔ دیکھنے والے کی آنکھ جب نور کو دیکھتی ہے تو طرح طرح سے دیکھتی ہے۔ بعض لوگوں کو سبز اور سرخ بھی کالا اور سفید ہی دکھائی دیتا ہے۔ بعض لوگوں کو گلابی دکھائی دیتا ہے۔ بعضوں کو مدھم مدھم، دھندلا سا جیسے ایک دودھیا سفیدی سامنے آئی ہو ویسا دکھائی دیتا ہے۔ بعضوں کو اس میں کئی قسم کے سیاہی کے داغ دکھائی دیتے ہیں بھتنے سے ناچتے نظر آتے ہیں۔ تو یہ سارے بدنی یا جسمانی تقویٰ کی کمی سے ہیں۔ تقویٰ اس اندرونی نور کو کہتے ہیں جو وہی بات دیکھتا ہے جو حقیقت میں باہر ہے۔ اس اندرونی نور میں جہاں کمی آئے گی جیسا انسان کی دیکھنے کی طاقت میں خرابی پیدا ہو جائے تو وہاں لازماً ریب دکھائی دیں گے۔ شبہ پیدا ہو جائے گا کہ یہ رنگ تھا یا وہ رنگ تھا، اس شکل کا آدمی دیکھا کہ اس شکل کا آدمی دیکھا۔ پس قرآن اور محمد رسول اللہ ﷺ ایک ہی نور کی دو صورتیں ہیں اور جتنا بھی آنحضرت ﷺ کی ذات اور صفات پر غور کریں جو مطالب کھلتے ہیں وہ سب قرآن کے مطالب ہیں۔ ایک بھی غیر قرآنی مطلب اس سے دکھائی نہیں دیتا، تمام تر قرآنی مطالب ہیں۔

پس اس پہلو سے جب ہم نور کی گفتگو کرتے ہیں یا کریں گے تو یاد رکھیں کہ ذکر قرآن کا چل رہا ہو تو محمد رسول اللہ ﷺ بھی اس ذکر میں شامل ہیں۔ ذکرِ رسول ﷺ کا چل رہا ہو تو قرآن اس میں شامل دکھائی دے گا۔ پس برہان جو اتاری گئی رب کی طرف سے اور نورِ مبین اتارا گیا وہ ایک زندہ برہان حضرت محمد رسول اللہ ﷺ بھی تھے اور قرآن بھی تھا۔ ایک نور محمد رسول اللہ ﷺ بھی تھے اور

قرآن بھی تھا۔ یہاں اگر قرآن نور ہے تو اس آیت کو کہاں لے جائیں گے جہاں مَثَلُ نُوْرِہٖ (النور:36) میں واضح طور پر محمد رسول اللہ ﷺ کا ذکر ملتا ہے اور ایک زندہ ظاہر وجود کا ذکر ملتا ہے۔ پس ایک ہی جگہ دو معنی مانیں یا مختلف جگہوں میں وہی معنے الگ الگ دیکھیں، یہ انگلی ایک ہی طرف اشارہ کرتی ہے یا دونوں انگلیاں ایک ہی طرف اشارہ کریں گی یعنی محمد رسول اللہ ﷺ اور قرآن کریم۔

قرآن کریم کو حبل اللہ کے طور پر مضبوطی سے پکڑنا ضروری قرار دیا گیا ہے اور آنحضرت ﷺ کو بھی مضبوطی سے حبل اللہ کے طور پر پکڑنا ضروری قرار دیا گیا ہے۔ ایک پہلو سے حبل اللہ قرآن ہے دوسرے پہلو سے حبل اللہ حضرت محمد رسول اللہ ﷺ ہیں۔ ان دونوں کے درمیان کوئی تفریق نہیں ہو سکتی۔ ناممکن ہے کہ کوئی شخص یہ کہے میں نے قرآن پر تو مضبوطی سے ہاتھ ڈال دیا ہے مگر محمد رسول اللہ ﷺ پر مضبوطی سے ہاتھ نہیں ڈالا ہوا۔ کہیں کہیں کچھ کمزوری رہ گئی ہے کہیں کوئی رخنہ رہ گیا ہے۔ یہ ناممکن ہے۔ اگر قرآن پر ہاتھ ہے تو سیرتِ محمدیؐ پر بھی پورا ہاتھ ہونا چاہئے اور کوئی فرق نہیں ہوسکتا۔ پس قرآن پر ہاتھ ڈالنا تو ہر کس و ناکس کا کام بھی نہیں ہے۔ اس کے لئے جو گہرے فہم کی ضرورت ہے اس کے لئے بھی تو ایک نور چاہئے اور بغیر اس نور کے آپ اس نور کو دیکھ نہیں سکتے جو اللہ تعالیٰ کی طرف سے اتارا گیا اور اس نور کو دیکھنے کے لئے کمی، تقویٰ کی کمی سے ہوتی ہے۔

اب ان دونوں باتوں کو ملا کر دیکھیں تو پھر اس حدیث کی سمجھ آتی ہے کہ جہاں آنحضرت ﷺ نے تقویٰ کا ذکر فرماتے ہوئے بڑے جلال کے ساتھ بار بار اپنی چھاتی کی طرف اشارہ کرتے ہوئے فرمایا تقویٰ یہاں ہے، تقویٰ یہاں ہے، تقویٰ یہاں ہے۔ وہ کامل نورِ بصیرت جس سے قرآن کی ہر ہدایت کو دیکھنے کی صلاحیت پیدا ہوتی ہے۔ وہ تمام تر حضرت محمد رسول اللہ ﷺ کو نصیب ہوا تھا۔ پس اگر کسی کی نظر کمزور ہو تو دیکھنے والے کا سہارا لیا کرتا ہے۔ خالی لاٹھی سے تو زندگی کے گزارے نہیں چلتے۔ لاٹھی سے ٹٹولتا ہوا اندھا جاتا ہے پھر بھی ٹھوکریں ہی کھاتا ہے۔ مگر لاٹھی سے تو بہتر وہ کتے ہیں جن کو کچھ دکھائی دیتا ہے اور جو اپنے مالکوں کو ہمیشہ خطروں سے بچا کر چلتے ہیں اور وہ جس کو کامل نورِ بصیرت عطا ہوا، اس کے ہاتھ میں ہاتھ دیا جائے تو اپنی آنکھوں کی سب خرابیوں سے بچ کر، ان کے شرور سے جو اپنے نفس کے شرور ہیں ان سے پہلو تہی کرتے ہوئے، ان سے بچ کر قدم قدم صحیح ہدایت کی طرف چلنے کی توفیق مل سکتی ہے اور ان معنوں میں ہی آنحضرت ﷺ وسیلہ ہیں۔ انہی معنوں میں

قرآن وسیلہ ہے اور انہی معنوں میں ان آیات میں آخر صراط مستقیم پر پہنچنے کا ذکر ملتا ہے۔

اب دوبارہ آپ ان کو سنیں تو پھر آپ پر یہ بات کھل جائے گی۔ یَاَیُّهَا النَّاسُ قَدْجَآءَكُمْ بُرْهَانٌ مِّنْ رَّبِّكُمْ وَاَنْزَلْنَآ اِلَيْكُمْ نُوْرًا مُّبِيْنًا (النساء:175)

اے لوگو تمہارے پاس ایک کھلی کھلی روشن دلیل آچکی ہے اور روشن دلیل ایسی جو صدیقوں کو دکھائی دیتی ہے اور جانتے ہیں کہ اس سے بڑی دلیل کوئی نہیں۔ اس دلیل کے طور پر حضرت مسیح موعودؑ فرماتے ہیں۔

؎ اگر خواہی دلیلے عاشقش باش
محمدؐ ہست برہان محمدؐ (درثمین فارسی:141)

اگر دلیل ڈھونڈ رہے ہو تو عاشق ہو جاؤ کہ برہان جس کا ذکر ملتا ہے وہ خود محمد رسول اللہ ﷺ ہی ہیں۔ محمدؐ سے بڑھ کر محمدؐ کی اور کوئی برہان نہیں ہے۔ پس وہاں یہ نہیں کہا کہ محمدؐ کو دیکھنا ہے تو پہلے قرآن کو سمجھو۔ قرآن سمجھنے کی سب میں کہاں توفیق ہے۔ وہ نور ہی نہیں ہے جس کے ذریعے قرآن دکھائی دے یا کامل طور پر دکھائی دے سکے۔ مگر محمد رسول اللہ ﷺ ایسے نورِ مبین ہیں جو دور دور تک دکھائی دیتے ہیں مگر اس کے لئے بھی کچھ اندرونی صداقت کا ہونا ضروری ہے اور یہ نور، قرآن کے نور کے مقابل پر زیادہ عیاں ہے کیونکہ انسانی شکل میں ہے۔ زیادہ قریب الفہم ہے کیونکہ انسانی فطرت اس کو دکھانے میں، اس کو سمجھانے میں انسان کی مددگار ہو جاتی ہے لیکن تقویٰ کی وہاں بھی شرط ہے لیکن وہ تقویٰ نہیں جو علم عطا کرتا ہے۔ وہ تقویٰ اور ہے اور ایک تقویٰ یہ ہے کہ جہاں سچ دیکھا وہاں اسے پہچان لیا۔

چنانچہ آنحضرت ﷺ کو دلیل سمجھنے کی سب سے زیادہ عظیم الشان مثال حضرت ابوبکر صدیقؓ کا ایمان لانا ہے۔ جب آنحضور ﷺ نے دعویٰ فرمایا تو حضرت ابوبکر صدیقؓ وہاں موجود نہیں تھے بلکہ کسی سفر پر گئے ہوئے تھے۔ جب واپس تشریف لائے تو آپ کی لونڈی نے اس خیال سے کہ بہت گہرا دوست تھا اگر اس کو پتا چل گیا کہ محمد رسول اللہ ﷺ، یعنی رسول اللہ ﷺ تو اس نے نہیں کہا وہ تو مشرکہ تھی کہ آنحضرت ﷺ کی طرف ذہن لے جاتے ہوئے اس نے سوچا کہ یہ شخص محمدؐ ایسا ایسا ہو گیا ایسی ایسی باتیں کرتا ہے تو کہیں بہت گہرا صدمہ نہ پہنچ جائے تو اس نے آہستہ آہستہ جس طرح کوئی

بہت بری خبر کسی کا دل ٹھہرانے کی خاطر آہستہ بیان کی جاتی ہے۔کہنا شروع کیا اوہ بے چارہ محمد یہ ہو گیا ہے، وہ ہو گیا۔ باتیں نہیں کرتی تھی اور اشارے کر رہی تھی۔کھل کر بات نہیں بتاتی تھی۔ حضرت ابوبکرؓ کو سخت گھبراہٹ شروع ہو گئی کیا واقعہ ہو گیا، کیا ہوا؟ کیا ہوا؟ مجھے بتاؤ۔تب اس کو بتانا پڑا اس نے تو دعویٰ کر دیا ہے کہ مجھ پر خدا اترتا ہے اور مجھ سے کلام کرتا ہے اور میں اس زمانے کا رسول بنا کر بھیجا گیا ہوں۔ایسی ایسی باتیں کرتا ہے۔ ہر چیز وہیں چھوڑ دی، سیدھا حضور اکرم ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوئے کہا اے محمد ﷺ تیری طرف یہ باتیں منسوب کی جارہی ہیں، بتا کیا تو نے ایسا دعویٰ کیا ہے۔آنحضرت ﷺ کو بھی وہی فکر لاحق ہوئی کہ میرا عزیز دوست ہے اگر اچانک میں نے اس کو بتا دیا تو کہیں ٹھوکر نہ کھا جائے۔تو آپؐ نے فرمایا سنو ابوبکرؓ یہ یہ بات ہے، یہ دلیل، اس قسم کی باتیں شروع کیں تو حضرت ابوبکرؓ نے کہا میں نے تو یہ نہیں پوچھا کہ دلیل کیا ہے۔میں یہ پوچھ رہا ہوں کہ آپؐ نے یہ دعویٰ کیا ہے یا نہیں۔حضرت رسول اکرم ﷺ نے جب یہ سنا تو فرمایا کہ ہاں میں نے یہ دعویٰ کیا ہے۔انہوں نے کہا اگر آپؐ نے دعویٰ کیا ہے تو میں خدا کی قسم کھا کر کہتا ہوں کہ آپؐ سچے ہیں۔آج ہی میں گواہی دیتا ہوں کہ جو آپ کی گواہی ہے وہی میری گواہی ہے۔الفاظ یہ نہ ہوں ،مختلف ہوں مگر مضمون بعینہٖ یہی تھا۔ یہ صدیقیت ہے کہ محمد رسول اللہ ﷺ کے چہرے کو ایک دلیل کے طور پر پہلے ہی دیکھ رہے تھے اور جانتے تھے کہ اس کی سچائی کی اس سے بڑھ کر دلیل ہو ہی نہیں سکتی۔مگر اس کے لئے جس نور کی ضرورت ہے ضروری نہیں کہ نور قرآن کے مطالعے میں بھی وہی کرشمے دکھائے اور محمد رسول اللہ ﷺ کی سچائی کو پہچاننے کے باوجود قرآن کو تفصیل سے سمجھنے کے لئے جس نور کی ضرورت ہے وہ سب سے زیادہ اور سب سے اکمل طور پر حضرت اقدس محمد رسول اللہ ﷺ کو عطا ہوا اور پھر ان کو عطا ہوتا ہے جن کو خدا جس حد تک نورِ بصیرت عطا فرماتا ہے اور خود ان کی حفاظت کرتا ہے۔

اور یاد رکھیں صرف نورِ بصیرت عطا ہونا کافی نہیں ہے خود اس کی حفاظت بھی ضروری ہے اور اسے صحیح راستے پر گامزن رکھنے کے لئے جو حفاظتی تدابیر روحانی دنیا میں مقرر ہیں ان کو عملاً مامور کر دینا اس بات پر کہ یہ بندہ جس کو ہم قرآن کا کچھ نور دکھانا چاہتے ہیں یہ غلط نہ دیکھے، تم اس کی حفاظت کرو۔ یہ اس لئے واضح اور قطعی حقیقت ہے کہ جہاں قرآن کی حفاظت کا وعدہ ہے وہاں یہ وعدہ شامل

ہے، اس کے بغیر یہ وعدہ مکمل ہو نہیں سکتا۔ پس حضرت اقدس مسیح موعود علیہ السلام کو جب اس زمانے میں نورِ فرقان کو ظاہر کرنے کے لئے پیدا فرمایا گیا تو وہی نورِ بصیرت جو محمد رسول اللہ ﷺ کی ذات کو پہچاننے اور اس پر گواہ بننے کے لئے درجۂ کمال کو پہنچ چکا تھا، وہی نورِ بصیرت قرآن کو سمجھنے میں بھی درجۂ کمال کو پہنچ چکا تھا، وہی نورِ بصیرت قرآن کو سمجھنے میں بھی درجۂ کمال کو پہنچا ہوا ہے اور اس پہلو سے اندرونی نور کے مختلف مظاہر میں فرق دکھائی دیتا ہے۔

ایک نور وہ ہے جو صداقت کو پہچانتا ہے اور چہروں کو دیکھتا ہے اور پھر گواہی دیتا ہے اس کے بعد اور کسی گواہی کی ضرورت نہیں رہتی۔ ایک نور اس درجہ تک صیقل ہو جاتا ہے کہ نورِ محمد کے اندر اس درجہ مستغرق ہو جاتا ہے، ایسا گہرائی تک اتر جاتا ہے کہ جب قرآن کو پڑھتا ہے تو قرآن کے مخفی راز بھی اس پر روشن ہونے لگتے ہیں مگر وحیِ الٰہی کے نور اور محمد رسول اللہ ﷺ کے نور میں ایک فرق یہ ہے، اگر کوئی فرق ہے تو یہ ہے کہ وحیِ الٰہی کا نور دائمی طور پر اپنے معانی پر غور کرنے کی دعوت دیتا چلا جاتا ہے اور ہر موقع اور حال کے مطابق وہ معانی اس میں دکھائی دیتے ہیں اور نورِ محمد رسول اللہ ﷺ کے نور میں وہ معانی اس طرح سمجھ میں نہیں آتے سوائے اس کے کہ قرآن کے حوالے سے آپؐ پیش گوئیاں کرتے ہیں تو پھر معنی دکھائی دینے لگتے ہیں تو ایک دوسرے کے آئینہ بن جاتے ہیں۔ پیش گوئیاں فی ذاتہٖ محمد رسول اللہ ﷺ کی ذات میں نہیں ہیں۔ فی ذاتہٖ قرآن کریم میں ہیں۔ آئندہ کی خبریں اور حالات کا چارہ قرآن کریم میں بیان فرمایا گیا ہے۔ آنحضرت ﷺ کے نورِ بصیرت نے انہیں دیکھا، سمجھا اور اس کے علاوہ مزید وحی آپؐ پر نازل ہوئی اور وحی کی مدد کے بغیر آپؐ کو بھی کلیۃً وہ باتیں اس طرح دکھائی نہیں دیں جس طرح آپؐ نے دیکھیں اور پھر ہمیں دکھائیں۔

تو جہاں ہم کہتے ہیں کہ کتاب اور رسول ﷺ ایک ہی چیز کے دو نام ہیں یہ ایک طرزِ کلام ہے۔ اس کو لفظاً لفظاً اسی طرح چسپاں کر دینا کہ بالکل ایک ہی چیز ہیں۔ یہ بالکل نامعقول بات ہے۔ جو تمثیلات کے اعلیٰ پہلو ہیں۔ جو عقلاً ایک دوسرے پر چسپاں کئے جا سکتے ہیں اسی حد تک تمثیل صادق آتی ہے ورنہ محمد رسول اللہ ﷺ کو تو اس کتابت قرآن کی طرح لکھا تو نہیں جا سکتا اور قرآن کریم کی بہت سی باتیں ہیں۔ قرآن کریم جستہ جستہ وحی کی صورت میں نازل ہوا ہے۔ حضرت محمد رسول اللہ ﷺ کے نور متعلق یہ بھی آتا ہے کہ سب سے اول بنایا گیا اور پھر جب آپؐ پیدا ہوئے تو تمام نورانی صفات آپؐ

کے اندر داخل تھیں۔ مگر جب تک قرآن نہیں اترا نُوْرٌ عَلٰی نُوْرٍ (النور: 36) ان پہلوؤں سے نہیں بنے۔ ہر وحی نے آپ ؐ کے ایک نور پر جلوہ گری کی ہے پھر وہاں امتزاج کامل ہوا ہے۔ پھر ہم کہہ سکتے ہیں کہ وہ نور جو قرآن میں ہے وہی نور محمد رسول اللہ ﷺ ہیں اور اس کو تیئیس (23) سال لگے ہیں مکمل ہونے میں۔

مگر یہ سلسلہ نور کی جلاء کا جیسا کہ میں نے پچھلے خطبے میں بیان کیا تھا یہ حضور اکرم ﷺ کے وصال کے بعد بھی جاری و ساری ہے اور اسی نور کی پیروی سے اس زمانے میں حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کی تصویر ایک خوب صورت پیکر کی صورت میں ابھری ہے اور جہاں فرق ہیں وہاں فرق ہیں اور جہاں مماثلتیں ہیں وہاں مماثلتیں ہیں۔ مگر اولیت بہر حال اولیت ہے اور جو کچھ بھی مسیح موعود علیہ السلام نے نور پایا قرآن اور محمد رسول اللہ ﷺ سے پایا اور محمد رسول اللہ ﷺ سے تعلق کے بغیر آپؑ کو قرآن کا کوئی نور بھی نہیں مل سکتا تھا۔ ایک ذرہ بھی ہدایت کا آپ پا نہیں سکتے تھے اگر اس دائرے میں محمد رسول اللہ ﷺ سے استغناء ہوتا، ضرورت کا احساس نہ ہوتا اور عملاً استفادہ نہ کیا جاتا۔ پس یہ تمام شرطیں اس تعلق میں سمجھنی ضروری ہیں کہ حضرت مسیح موعود علیہ السلام کو قرآن اور رسول اللہ ﷺ سے کیا تعلق تھا۔ پس آپؑ نے جو نور دیکھا، جو ہمیں دکھایا وہ آپؑ کی کتابوں میں اس طرح دمک رہا ہے کہ حیرت ہوتی ہے کہ ایک شخص نے اپنی زندگی کی اتنی مصروفیات کے باوجود اتنے عظیم معارف کیسے بیان کئے، کیسے کھولے۔ کیسے وقت پایا اور پھر ان کو اس طرح اجتماعی شکل میں تھوڑے وقت میں بڑے مضمون کو کوزے میں دریاؤں کی طرح بند کر دیا اور اس پر اب غور کی ضرورت ہے۔ اس پر ہمیشہ گہری نظر سے مطالعہ کرتے ہوئے، دیکھتے ہوئے، بیچ میں اترتے ہوئے اس طرح آپ سفر کریں تو تب حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کی تحریرات سے آپ استفادہ کر سکتے ہیں ورنہ کئی دفعہ دھوکے بھی لگ جاتے ہیں ایک ہی تحریر سے بعض دفعہ بعض احمدی سمجھتے ہیں کہ یہاں گویا رسول اللہ ﷺ کی اس ظاہری رویت کا ذکر ہے جس میں آپ نے خدا کو دیکھا حالانکہ ظاہری رویت خدا کی تو کوئی چیز ہی نہیں ہے۔ ناممکن ہے ہو ہی نہیں سکتی اور کبھی آنحضرت ﷺ کی ظاہری رویت کہیں کوئی ذکر نہیں ملتا۔ مگر یہ الگ مضمون ہے میں آپ کو یہ سمجھا رہا ہوں کہ حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کی عبارتوں سے اس قسم کے اشتباہات پیدا ہوتے ہیں۔ پھر پڑھیں، پھر پڑھیں تو سمجھ آجاتی ہے کہ

اصل مقصد کیا تھا۔ مثلاً ایسا ہی ایک اقتباس میں آپ کے سامنے رکھتا ہوں۔ حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام فرماتے ہیں۔

فَلَمَّا تَجَلّٰى رَبُّهٗ لِلْجَبَلِ جَعَلَهٗ دَكًّا وَّخَرَّ مُوْسٰى صَعِقًا (الاعراف: 144)۔ موسیٰ علیہ السلام کا بے ہوش ہو کر گرنا ایک واقعہ نورانی تھا جس کا موجب کوئی جسمانی ظلمت نہ تھی۔ بلکہ تجلیات صفاتِ الٰہیہ جو بغایت اشراق نور ظہور میں آئی تھیں وہ اس کا موجب اور باعث تھیں۔‘‘

اب اس مضمون کو اچھا اردو دان بھی فوراً نہیں سمجھ سکتا کیونکہ زبان ہے تو اردو مگر چوٹی کی اردو ہے جس میں عربی کے تمام الفاظ شامل کیے گئے ہیں جو اس مضمون سے تعلق رکھتے ہیں اور یہ مجبوری ہے کیونکہ تھوڑی جگہ جب زیادہ مضامین باندھنے ہوں تو اس کے سوا چارہ نہیں رہتا کہ کچھ مشکل راستوں سے گزرا جائے۔ احتیاطاً تاکید بھی فرمادی کہ دیکھو تم یہ نہ سمجھ لینا کہ ایک ہی دفعہ کتابیں پڑھ کر تم فارغ ہو جاؤ گے۔ تمہیں بار بار پڑھنا پڑیں گی اور اگر یہ سمجھو کہ ایک ہی دفعہ کی پڑھائی سے تم سب کچھ پالو گے تو یہ تکبر ہے۔ چنانچہ بعض لوگ بڑی گھبراہٹ میں لکھتے ہیں کہ ہم نے تو ابھی تک ایک دفعہ بھی نہیں پڑھیں اگر آج مر گئے تو کیا ہم متکبر مریں گے۔ ان کو میں سمجھاتا ہوں کہ تم بات نہیں سمجھ رہے۔ حضرت مسیح موعود علیہ السلام کا یہ مطلب ہے کہ بعض علماء مثلاً یہ سمجھتے ہیں کہ ہمیں ایک دفعہ پڑھنے کی بھی ضرورت نہیں، بعض سمجھتے ہیں ایک دفعہ پڑھ لیا کافی ہوگئی۔ حضرت مسیح موعود علیہ السلام متوجہ فرما رہے ہیں، متنبہ کر رہے ہیں کہ میں نے جو علوم کے خزانے لٹائے ہیں اس میں بارہا اتنا گہرا مضمون اتنی تھوڑی جگہ میں بیان فرمایا ہے کہ عام عقل والا آدمی تو الگ علماء بھی جب تک اس کو بڑی توجہ سے انکسار کے ساتھ بار بار نہ پڑھیں وہ مطلب نہیں پاسکیں گے۔

یہ مضمون حضرت مسیح موعود علیہ السلام فرما رہے ہیں جو خدا تعالیٰ کی طرف سے نور یافتہ ہیں۔ عام دنیا کے حالات میں شعراء بھی ایسی باتیں کرتے ہیں جن کو پتا ہو کہ ہم ذرا مشکل ہیں:

آگہی دام شنیدن جس قدر چاہے بچھائے
مدعا عنقا ہے اپنے عالم تحریر کا (دیوان غالب صفحہ: 25)

غالب کہتا ہے کہ ہوش،توجہ کے ساتھ تم سننا اور سمجھنا، سننے کا جال ’’شنیدن‘‘ سننا،اس کے جتنے چاہے جال بچھا دے ’’مدعا عنقا ہے اپنے عالم تقریر کا کہ ہمارے لکھنے یا ہمارے کلام کا جو مدعا ہے وہ تو عنقا ہے پھر بھی نہیں پکڑا جائے گا۔مراد یہ ہے،اب یہ مبالغے کی حد ہے،دیکھیں انبیاؑ تو ایسے مبالغے نہیں کیا کرتے مگر وہ لوگ جو جانتے ہیں کہ ہم نے بالارادہ زیادہ مضامین باندھے ہیں اور بمشکل انہیں بیان کر سکے ہیں یہ بھی ایک احساس رکھتے ہیں کہ ہر کس و ناکس اس مضمون کو پا نہیں سکے گا۔مگر مضمون کا مشکل ہونا اس کی قدر نہیں گھٹاتا بلکہ اس کی قدر بڑھا دیتا ہے۔یہ کہنا چاہتا ہے غالب۔عنقا ایک ایسے فرضی پرندے کا نام ہے جیسے ہما ہے(اب مجھے صحیح تلفظ یاد نہیں عنقا ہے کہ عنقا۔میں تو عنقا ہی پڑھا کرتا ہوں)وہ کہتا ہے کہ وہ پرندہ جس کے متعلق کہا جاتا ہے کہ اگر کسی پر اس کا سایہ پڑ جائے تو وہ بادشاہ ہو جاتا ہے وہ پرندہ کسی دام میں ہاتھ نہیں آیا کرتا۔پس میرے مضمون کو تم اگر پا گئے تو بادشاہ ہو جاؤ گے،دولت مند ہو جاؤ گے مگر تمہاری توجہ جتنا چاہے سنے، سننے کے لئے جال بچھالے تم اس کو پکڑ نہیں سکو گے۔مگر اگر پکڑ لیا تو پھر بہت بڑا مطلب پاؤ گے۔یہ بات اسی طرح حقیقت سے خالی ہے جیسے عنقا کا وجود خالی ہے کچھ بھی نہیں۔مگر میں آپ کو انسانی فطرت کے طریقے بتا رہا ہوں کہ وہ اس طرح بھی باتیں کرتے ہیں۔وہ لوگ جو مشکل پسندی کرتے ہیں یا مشکل باتیں لکھنے پر مجبور ہوتے ہیں توجہ ضرور دلا دیا کرتے ہیں کہ بڑی قیمتی باتیں ہیں۔

حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام تو اللہ سے نور یافتہ تھے اس لئے نور کا کام ہے کہ ہر رستے کے اونچ نیچ سے آگاہ کرے،متنبہ کرے،ہر ٹھوکر سے پہلے ہی سے خبردار کر دے۔پس حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام نے تو تین دفعہ فرمایا ہے اور بعید نہیں کہ وہ کئی لوگ ہوں جن کو تین دفعہ پڑھ کے بھی سمجھ نہ آئے۔مگر یہ تو دعا کرنی چاہئے کہ حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کے مطالب کو سمجھنے کا نور ہمیں اللہ ضرور عطا کرے کیونکہ وہ مطالب ہیں جو قرآن کے مطالب ہیں،وہ مطالب ہیں جو محمد رسول اللہ ﷺ کے مطالب ہیں۔

پس آپ جو یہ فرما رہے ہیں کہ جسمانی ظلمت نہ تھی۔’’یہ واقعہ روحانی تھا جس کا موجب کوئی جسمانی ظلمت نہ تھی‘‘ مراد یہ ہے کہ موسیٰؑ کے وجود میں کوئی جسمانی ظلمت ایسی نہیں تھی جس کے نتیجے میں تجلی کو دیکھنے سے آپؑ محروم ہو گئے اور بے ہوش ہو کے جا پڑے۔یہ ایک نورانی واقعہ ہے یعنی وہ

صفات الٰہیہ کی روحانی جلوہ گری جو انسان کے لئے یعنی انسان کامل کے لئے مقدر تھی حضرت موسیٰؑ کو برداشت کرنے کی طاقت نہیں رکھتے تھے۔ یہ مراد ہے۔

چنانچہ فرماتے ہیں ”بلکہ تجلیات صفات الٰہیہ جو بغایت اشراق نور ظہور میں آئی تھیں“ اشراقِ نور، نور جب چمک اٹھتا ہے اور ہر طرف پھیل جاتا ہے اس کو کہتے ہیں اشراق اور بغایت جو حد تک، اس حد تک جو انتہائی حد ہے اس حد تک جو نور اچانک پھوٹ پڑے اور تمام ماحول کو، تمام سمتوں کو منور کر دے، تمام اطراف کو منور کر دے، ایسا نور جو غیر معمولی قوت سے پھوٹا ہو وہ تجلی ان لوگوں کو دکھائی دے نہیں سکتی جن کی آنکھیں اس انتہائی نور کی انتہائی جلوہ گری کو دیکھنے کی طاقت نہیں رکھتی ہوں جو محمد رسول اللہ ﷺ کے لئے مقدر تھا۔ یہ مراد جو حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام فرما رہے ہیں کیونکہ ہر سمت میں نور پھیلا تو تھا مگر ہر سمت میں وہ آنکھ نہیں تھی جو اس نور کی متحمل ہو سکتی۔

پھر فرماتے ہیں ”ظہور میں آئی تھیں وہ اس کا موجب اور باعث تھیں“ یعنی جلوہ خود پردہ بن گیا تھا۔ وہ جلوے کی انتہا خود نظر کے لئے پردہ ثابت ہوئی اور یہ واقعہ ہے کہ اگر اچانک روشنی اپنا تموج دکھائے غیر معمولی جولانی دکھائے تو آنکھیں چندھیا جاتی ہیں اور نظر اندھی ہو جایا کرتی ہے۔ تو اندرونی کسی بنیادی روحانی نقص کی وجہ سے ایسا نہیں ہوا تھا یا بدنی کمزوری کی وجہ سے ایسا نہیں ہوا تھا بلکہ یہ ایک روحانی کیفیت تھی جو ان کی روحانی استطاعت سے بڑھ کر تھی۔ یہ بات جو حضرت مسیح موعودؑ اس مضمون میں واضح فرما رہے ہیں، مگر کس لطیف انداز میں، کہتے ہیں

> ”اس کا موجب اور باعث تھیں جن کی اشراق تام کی وجہ سے ایک
> عاجز بندہ عمران کا بیٹا بے ہوش ہو کر گر پڑا“

عاجز بندہ، عمران کا بیٹا اس کی کہاں طاقت تھی، اس میں کہاں تاب تھی کہ وہ جلوہ دیکھ سکے جو اشراق تام کا جلوہ ہے۔

> پھر فرماتے ہیں ”اگر عنایات الٰہیہ اس کا تدارک نہ فرمایا کرتیں تو اسی
> حالت میں گداز ہو کر نابود ہو جاتا“

اسی حالت میں پگھل کر وہ نیست میں چلا جاتا، جو تھا وہ نہ رہتا، کچھ بھی نہ ہو تا اسکا۔ نابود کا لفظی ترجمہ ہے جو نہیں تھا۔ جو تھا وہ ایسا ہو گیا گویا نہیں تھا یہ کیفیت ہو جاتی۔ اب دیکھیں یہ جو کیفیت

ہے یہ پردہ نور کی تجلیات سے تعلق میں ہے۔ جو خدا تعالیٰ کی ذات کا نور ہے جو نور کے پردے میں مخفی ہے اس کے متعلق حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام نے کہیں یہ نہیں فرمایا کہ اس نور کو جو پردہ نور کے پیچھے چھپا ہوا ہے اس ذات الٰہیہ کو حضرت رسول اللہ ﷺ نے گویا اپنی بدنی آنکھوں سے دیکھا تھا، کہیں اشارۃً بھی ذکر نہیں ملتا۔ یہ وہ نور کی تجلی ہے جس نور کا ذکر رسول اللہ ﷺ فرما چکے ہیں اور بتا چکے ہیں کہ یہ سب پردے ہیں اور حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام اسی کی تشریح میں حضرت سلیمانؑ اور ملکہ سبا والے واقعہ کو بیان کر کے خود فرماتے ہیں کہ جو اصل نور الٰہی ہے اس کو تو کوئی دیکھ سکتا ہی نہیں۔ عام دنیا کی چیزوں میں جب خدا کو جلوہ گر دیکھتے ہیں تو جو دکھائی دے رہا ہوتا ہے، ہم اسی کو خدا سمجھنے لگ جاتے ہیں اور یہ غلطی ہے۔ نور بہر حال پیچھے ہے جس کی حرکت سے دنیا کا ہر جلوہ دکھائی دیتا ہے اور اسی سے پیدا ہوتا ہے۔

بہر حال اس مضمون میں آگے بڑھ کر حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام فرماتے ہیں:

''مگر یہ مرتبہ ترقیاتِ کاملہ کا انتہائی درجہ نہیں ہے''

جو مرتبہ عطا ہوا ہے موسیٰ کو اور اس سے ملتے جلتے مراتب یہ ترقیات کاملہ کا انتہائی درجہ نہیں ہے۔ انتہائی درجہ وہ ہے جس کی نسبت لکھا ہے کہ مَا زَاغَ الْبَصَرُ وَمَا طَغٰى (النجم:18) جس کے متعلق لکھا ہے کہ نظر نے دھوکہ نہیں کھایا۔ وَمَا طَغٰى اور کجی نہیں دکھائی اس چیز میں جو اس کو دکھائی دی۔ اتنا حصہ پڑھنے کے بعد یہ اثر پڑتا ہے کہ پہلے جو تجلیاتِ نور کا ذکر تھا اس سے ہٹا کر حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام اس طرف لے جا رہے ہیں کہ باقی انبیاءؑ نے تو خدا تعالیٰ کے اس نور کو دیکھا جو مخلوق کے لئے مقدر تھا یا مخلوق کے اعلیٰ مظاہر کے لئے یعنی انبیاءؑ کے لئے اس کی رویت مقدر تھی، ان کی طاقت میں تھی۔ مگر حضرت محمد رسول اللہ ﷺ نے اس سے بڑھ کر ظاہری آنکھوں سے بھی گویا خدا کو دیکھ لیا، یہ ترجمہ درست نہیں ہے، کیونکہ حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام اس کے ساتھ آگے بھی کچھ لکھ رہے ہیں۔ فرمایا۔

''انسان زمانہ سیر سلوک میں اپنے واقعات کشفیہ میں بہت سے عجائبات دیکھتا ہے اور انواع و اقسام کی واردات اس پر وارد ہوتی ہیں مگر اعلیٰ مقام اس کی عبودیت ہے جس کا لازمہ صحو اور ہوشیاری ہے اور سکر اور شطع سے

بکلی بیزاری ہے۔'' (مکتوبات احمد جلد 1 صفحہ: 521)

یہ جو مضمون ہے اس کا اب خلاصہ میں یہاں اس وقت بیان کر سکتا ہوں۔ آپ کی مراد یہ ہے کہ انسان جب خدا کو دیکھتا ہے تو وہ حالتِ کشفیہ ہوتی ہے، اس میں کوئی شک نہیں لیکن حالتِ کشفیہ میں دو قسم کے تجارب دیکھنے میں آتے ہیں۔ عباس علی شاہ جو بعد میں مرتد ہو گیا تھا شروع میں اس کا جو معاملات میں چھان بین کرنا، تجسس کرنا، معاملات کی تہہ تک اترنا ایسا رنگ اختیار کئے ہوئے تھا کہ حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کو اس سے نیک توقعات بھی وابستہ ہوئیں مگر اس کی بد نصیبی کہ وہ پھر زمین کی طرف جھک گیا اور ان صفات سے فائدہ نہ اٹھا سکا جو اس کے رفع کا موجب بن سکتی تھیں۔ اس لئے عباس علی شاہ کا ذکر کرتے ہوئے مجھے آپ کو بتانا چاہئے کہ یہ اس کا پس منظر ہے۔ اس نے ایک خط میں حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام سے پوچھا کہ وہ لوگ جو صوفیا ہیں اور اپنی ذات میں غرق ہو کر خدا تعالیٰ کی صفات پر غور کرنے کی طرف توجہ کرتے ہیں ان پر ایک ربودگی سی طاری ہو جاتی ہے اور نیند کی سی حالت اور کیفیت ہوتی ہے۔ مگر قرآن کریم فرماتا ہے کہ اگر تم نیند کی کیفیت محسوس کرو تو نماز کے قریب تک نہ جاؤ تو ان دو باتوں میں کیا تضاد ہے؟ یہ مضمون ہے جس کو کھولتے ہوئے حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام نے یہ مثالیں پیش فرمائی ہیں۔ خلاصہ مطلب یہ ہے کہ آپؑ فرماتے ہیں کہ جو نور کی جلوہ گری سے ربودگی پیدا ہوتی ہے وہ عبودیت سے پیدا ہوتی ہے اور اس کے سوا جو غنودگی ہے وہ دنیاداری ہے اور مردنی ہے اس کی کوئی حقیقت نہیں۔ آپؑ فرماتے ہیں کہ دراصل یہ دیکھنا ہوگا کہ نیند کا سا نشہ یا غنودگی جس کو کہتے ہیں وہ کس باعث سے ہوئی ہے۔ کیا وہ خدا تعالیٰ کے قرب اور اس کی محبت کے نتیجے میں ہوئی ہے یا دنیاداری کے نتیجے میں ہوئی ہے۔ اگر وہ دنیاداری کے نتیجے میں ہے تو وہ محض موت ہے اور اس حالت میں تم نماز کے قریب تک نہ جاؤ اور اگر اس وجہ سے ہوئی ہے کہ تم خدا کی محبت میں ڈوب کر اس کے سرور میں غائب ہو گئے ہو تو وہ ربودگی اور قسم کی چیز ہے۔ اس حالت میں تو انسان کی بینائی اور روشن ہو جاتی ہے اور اسی حالت میں اللہ کا جلوہ انسان دیکھ سکتا ہے اور دیدارِ الٰہی کی وہ توفیق پاتا ہے جو عام انسان کو میسر نہیں آسکتی اور اس کا تعلق عبودیت سے ہے، تکبر سے نہیں ہے۔

پس اہل تکبر بھی ایک غفلت کی حالت میں رہتے ہیں اور اہل انکسار بھی ایک قسم کی غفلت کی

حالت میں ڈوب جاتے ہیں مگر وہ غفلت ان کو دنیا سے غافل کرتی ہے اور اللہ کے احساس کو روشن تر کرتی چلی جاتی ہے اس حالت میں نماز سے منع نہیں فرمایا گیا وہ تو نماز کا مقصد ہے۔تو یہ خلاصہ کلام ہے۔ہوشیاری بھی ہے اور چالاکی بھی دو قسم کی چیزیں ہیں اور ہوشیاری بھی اور بیہوشی بھی، بیدار مغزی بھی ہے اور بے ہوشی بھی ہے۔ان دونوں کا ایسا لطیف اور باریک فرق حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام اس خط میں کر دکھایا ہے کہ بالآخر یہ نتیجہ نکالا کہ اس قسم کی حالت جو عبودیت سے پیدا ہوتی ہے یہ سب سے اعلیٰ مقام ہے جو حضرت محمد رسول اللہ ﷺ کو عطا ہوا اور عبودیت کاملہ کے نتیجے میں آپ نے وہ دیکھا جو اور کوئی نہیں دیکھ سکتا تھا مگر انسان کے دائرے میں رہتے ہوئے اور انسان محض کشفی حالتوں میں دیکھ سکتا ہے ظاہری آنکھ سے نہیں دیکھا کرتا۔

آپؑ کے الفاظ ہیں ”انسان زمانہ سیر سلوک میں اپنے واقعات کشفیہ میں بہت سے عجائبات دیکھتا ہے“ یہ کشفیہ حالت اس نیند سے بالکل مختلف ہے جو نفسانی وجوہات کے نتیجے میں پیدا ہوتی ہے اور وہ نیند وہ ہے جس کے متعلق فرمایا کہ اس حالت میں تم نماز کے قریب تک نہ جاؤ۔اب جہاں تک آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی رویت کا تعلق ہے وہ لازماً وہی رویت ہے جو خدا تعالیٰ کے پردۂ نور کی انتہاء درجے تک فراست اور اس کی کنہ کو اس حد تک پانا ہے جس حد تک انسان کامل کے لئے مقدر تھا۔ان سے آگے بڑھنے کا کوئی ذکر نہیں۔

چنانچہ حضرت عکرمہؓ کی ایک حدیث ترمذی کتاب التفسیر میں اس طرح بیان ہوئی ہے کہ حضرت ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے کہا کہ محمد ﷺ نے اپنے رب کو دیکھا۔عکرمہ کہتے ہیں جب میں نے یہ سنا تو میں نے پوچھا کیا اللہ تعالیٰ یہ نہیں فرماتا: لَا تُدْرِكُهُ الْأَبْصَارُ وَهُوَ يُدْرِكُ الْأَبْصَارَ (الانعام:104) کہ اللہ کو آنکھیں نہیں پہنچ سکتیں، نظر نہیں پہنچ سکتی۔ہاں اللہ نظروں تک پہنچتا ہے تو پھر آپ کیسے کہہ رہے ہیں کہ محمد رسول اللہ ﷺ نے دو دفعہ اپنے رب کو دیکھا۔اس پر حضرت ابن عباسؓ نے کہا تیرا بھلا ہو یہ وہ رویت ہے جبکہ اللہ تعالیٰ نے اپنے اس نور کے ساتھ تجلی فرمائی جو اس کا نور ہے۔

اور وہ نور کیا ہے حضرت محمد رسول اللہ ﷺ فرماتے ہیں کہ اللہ کا حجاب ہے اور اس حجاب سے بڑھ کر کچھ دکھائی نہیں دے سکتا۔اگر دکھائی دے تو ساری کائنات کالعدم ہو جائے، اچانک

ہست سے نیست میں منتقل ہو جائے۔ ہر مخلوق آپؐ نے فرمایا ہے، پس ان دو احادیث میں جو بھی تضاد پیدا کرنے کی کوشش کرے گا وہ دونوں نوروں سے محروم رہ جائے گا۔ اس حدیث کے نور سے بھی محروم رہ جائے گا، اس حدیث کے نور سے بھی محروم رہ جائے گا۔ پس وہ رویت جو محمد رسول اللہ ﷺ کو دکھائی گئی حضرت ابن عباس کہتے ہیں وہ تو اس نور کے جلوے سے دکھائی گئی جس نور کے جلوے سے خدا دکھائی دے سکتا ہے اور اب اس پر وہ آیت پڑھیں نُوْرٌ عَلٰی نُوْرٍ کہ محمد رسول اللہ ﷺ کے نور پر عرش سے خدا کا نور اترا ہے وہ نور جو اترا ہے وہ محمد رسول اللہ ﷺ کے نور کے ساتھ بغایت درجہ یکجا ہو گیا، یک جان ہو گیا۔ ایک ہی چیز تھی جس کے آپس میں ملنے سے تجلی نے غیر معمولی اس طرح جلوہ گری کی ہے جیسے بڑی قوت کے ساتھ کوئی چشمہ پھوٹ پڑتا ہے اور غیر معمولی رفعتیں پیدا ہوئیں اور یہ نور مخلوق ہے اور اللہ کی ذات کا نور مخلوق نہیں ہے، اس فرق کو ہمیشہ پیش نظر رکھیں تا کہ آپ کبھی بھی شرک میں مبتلا نہ ہو سکیں۔

حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام نے جو جو باتیں بھی بیان فرمائی ہیں ان میں ایک ذرہ بھی قرآن اور حدیث کے منافی کوئی بات نہیں اور قرآن اور حدیث نے یہ بات کھول دی ہے کہ حضرت رسول اللہ ﷺ اپنے نور کو مخلوق فرما رہے ہیں اور خدا تعالیٰ ہر مخلوق چیز کو اپنے اپنے مرتبے اور مقام کے مطابق نور کہہ رہا ہے۔ فرماتا ہے ہر چیز جو خلق ہے اس میں میرا کچھ نہ کچھ جلوہ ضرور موجود ہے اور وہ جلوہ جو ہے وہ دراصل میرے نور کا جو اندرونی نور ہے جو باطن میں میں ہوں اس پر پردہ ہے کیونکہ اس پردے کے بغیر تم مجھے دیکھ ہی نہیں سکتے۔

پس یہ وہ خلاصہ کلام ہے ان مختلف عبارتوں کے مجموعی طور پر دیکھنے سے جس کے تعلق میں انشاء اللہ میں آئندہ خطبے میں بعض دوسری باتیں بیان کروں گا اور اس پہلو پر بھی کچھ اور روشنی ڈالوں گا اور حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام نے جو مختلف عبارتوں میں اپنے مضمون کو خوب کھولا ہے وہ عبارتیں آپ کو دکھاؤں گا تا کہ کسی احمدی کے دل میں اس پہلو سے کوئی اشتباہ کا سوال باقی نہ رہے اور اللہ کے فضل کے ساتھ جب یہ باتیں آپ پر روشن ہو جائیں گی تو پھر آپ کے اندر وہ نور چمکنے لگے گا اور بیدار ہونے لگے گا جو آپ کو عطا ہوا ہے۔ ہر انسان کو عطا ہوا ہے، ہر انسان کی فطرت میں وہ نور رکھا گیا ہے، کہیں باہر سے نہیں آئے گا۔ یہ نور جب چمکے گا تو پھر آسمان سے شعلہ نور آپ پر بھی اترے گا اور لازم ہے کہ اترے کیونکہ حضرت اقدس محمد رسول اللہ ﷺ کے غلاموں پر آپ کے ماحول میں،

آپ کے ارد گرد وہی شعلہ نور اترتا رہا اور ان کے گھر بھی مشعلیں روشن ہو گئیں، وہ چراغ جلنے لگے جو محمد رسول اللہ ﷺ کے نور سے روشن ہوئے تھے۔ پس اس نور کو اس دنیا میں زندہ کرنا اپنی ذات میں، اپنی ذات کو چراغوں میں تبدیل کر دینا، اس دنیا کے اندھیرے دور کر دینے کے لئے لازم ہے، ہرگز یہ کوئی ایسا مضمون نہیں جو علمی، ذوقی دلچسپیوں کی خاطر بیان کیا جا رہا ہو۔ ہم میں سے ہر ایک کی ذات سے اس کا گہرا ذاتی تعلق ہے۔ ہماری زندگی اور موت سے تعلق رکھنے والا مضمون ہے۔ اس مضمون کو سمجھیں اور نور بنیں گے تو آپ بھی زندہ ہوں گے اور زندہ رہیں گے اور ساری کائنات کو زندہ کرنے کی صلاحیت آپ میں پیدا ہو جائے گی۔ اگر اس کے بغیر غفلت کی حالت میں زندگی بسر کریں گے تو غفلت کا نام تو اندھیرے ہیں۔ پھر ان اندھیروں سے جن سے محمد رسول اللہ ﷺ نکالنے کے لئے تشریف لائے ان اندھیروں سے آپ تو پھر کبھی نہیں نکل سکیں گے۔

اس لئے بہت ہی بیدار مغزی کی ضرورت ہے۔ جاگیں، ہوش کریں، اٹھیں اور اپنی ذات میں ان نوروں کو تلاش کریں جو خدا نے آپ کی ذات میں رکھ دیئے ہیں اور آنحضرت ﷺ کے حوالے سے آپؐ کی پیروی میں ان کو جلا بخشیں۔ پس میں تو اس مضمون کو یوں سمجھتا ہوں اور آخر پر یہی آپ کے سامنے عرض کرتا ہوں کہ جس طرح خدا کے نور نے محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے نور پر جلوہ گری کی تھی اور نُوْرٌ عَلٰى نُوْرٍ بن گیا تھا آج ہمارے لئے محمد رسول اللہ ﷺ کا نور وہی کام دکھائے گا۔ جس حد تک آپ کسی گوشے کا روشن کریں گے یا چمکائیں گے اسی حد تک وہاں نور محمد مصطفی ﷺ آپ پر نازل ہو کر آپ کے اندر ایک نُوْرٌ عَلٰى نُوْرٍ کا منظر پیدا کر دے گا۔